جلد ۴۱ | مورخہ ۱۴/۲۱ ستمبر ۱۹۳۸ء مطابق ۱۹/۲۶ رجب المرجب ۱۳۵۷ھ | نمبر ۳۱-۳۲

فرمودات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

صدقات، دعا اور خیرات سے رد بلا ہوتا ہے!

لوگ اس نعمت سے بے خبر ہیں۔ کہ صدقات، دعا اور خیرات سے ردّ بلا ہوتا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی۔ تو انسان زندہ ہی مر جاتا۔ مصائب اور مشکلات کے وقت کوئی امید اس کے لئے تسلی بخش ہوتی۔ مگر نہیں اسی نے لا تخلف المیعاد فرمایا ہے۔ لا تخلف الوعید نہیں فرمایا۔ اللہ تعالے کے وعید معلق ہوتے ہیں۔ جو دعا اور صدقات سے بدل جاتے ہیں۔ اس کی بے انتہا نظیریں موجود ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا۔ تو انسان کی فطرت میں مصیبت اور بلا کے وقت دعا اور صدقات کی طرف رجوع کرنے کا جوش ہی نہ ہوتا۔

جسقدر راستباز اور نبی دنیا میں آئے ہیں۔ خواہ وہ کسی ملک اور قوم میں آئے ہوں۔ مگر یہ بات ان سب کی تعلیم میں یکساں ملتی ہے۔ کہ انہوں نے صدقات اور خیرات کی تعلیم دی، اگر خدا تعالےٰ تقدیر کے محو و اثبات پر قادر نہیں تو پھر یہ ساری تعلیم فضول ٹھہر جاتی ہے۔ اور پھر ماننا پڑیگا کہ دعا کچھ نہیں۔ اور ایسا عقیدہ ایک عظیم الشان صداقت کا خون کرنا ہے۔

اسلام کی صداقت اور حقیقت دعا ہی کے نکتہ کے نیچے مخفی ہے۔ کیونکہ اگر دعا نہیں تو نماز بے فائدہ زکوٰۃ بے سود اور اسی طرح سب اعمال معاذ اللہ لغو ٹھہرتے ہیں۔

ہمارے مخالف ہر طرف سے کوشش کرتے ہیں۔ کہ ہمارے نابود کر دینے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں۔ ہر قسم کی تدبیریں اور منصوبے کرتے ہیں۔ مگر اُن کو معلوم نہیں کہ خدا تعالےٰ پہلے ہی ہم کو تسلی دے چکا ہے ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین۔ خدا کے ساتھ لڑ کر کبھی کوئی شخص کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اُن کا بھروسہ اپنی تدابیر پر ہے اور ہمارا خدا پر۔

کوئی مشکل مشکل اور کوئی مصیبت مصیبت رہ سکتی ہی نہیں اگر کوئی شخص استقامت اور صبر اپنا شیوہ کرے۔ اور خدا تعالےٰ پر توکل اور بھروسہ کرے۔ خدا داری چہ غم داری۔

نشانات جو ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ اسی طرح ظاہر ہوتے ہیں۔ جیسے ایک بچہ پیدا ہوتا ہے۔ ایک رات تک تو ماں خیال کرتی ہے کہ میں مر جاؤنگی اور دردِ زہ کی تکلیف سے قریب المرگ ہو جاتی ہے اسیطرح پر نبیوں کے نشان بھی مصیبت کے وقت ظاہر ہوتے ہیں

نشان کی جڑھ دعا ہی ہوتی ہے۔ یہ اسم اعظم ہے اور دنیا کا تختہ اُلٹ سکتی ہے۔ دعا مومن کا ہتھیار ہے۔ اور ضرور ہے۔

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپکر دفتر اخبار الحکم تراب منزل قادیان سے شائع ہوا

سیرت المہدی کا ایک ورق

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کے عنوان کے نیچے اخلاقیات میں والدہ کی تعظیم کے متعلق ایک جملہ بیان کیا گیا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے خصوصیت سے دو آدمیوں کے لئے سلام کی وصیت فرمائی۔ ایک اویس اور دوسرے مسیح کے لئے جس سے مراد حضرت مسیح موعود ہے۔ یہ امر ناظرین پر مخفی نہیں۔ کہ آنحضرت صلعم نے حضرت مسیح موعود کو سلام کی وصیت فرمائی۔ اس سلام کے اندر بہت سی خصوصیات اور اسرار ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تعظیم والدہ کی تعلیم کے ضمن میں جو اویس کے ذکر کے ساتھ اس کو فرمایا۔ تو اس سے پایا جاتا ہے۔ کہ جیسے اویس اپنی والدہ کی تعظیم و تکریم میں ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی اس خصوصیت میں ایک ممتاز شان رکھتے ہیں۔ جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت میں سے اس خصوصیت کو دکھانا چاہتا ہوں۔

آپ کی والدہ مکرمہ کا نام نامی حضرۃ چراغ بی بی تھا اور وہ اپنے نام کی طرح فی الحقیقت دنیا کے لئے چراغ کی طرح روشنی ہی کا موجب ہوئیں۔ کیونکہ جن کے بطن مبارک سے حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام جیسا عظیم الشان انسان پیدا ہوا جس طرح حضرۃ آمنہ کا نام اللہ تعالےٰ نے اس کے ماں باپ سے اسم با مسمیٰ رکھوا دیا۔ کہ اُن کے بطن مبارک سے امن کا بادشاہ پیدا ہوا صلی اللہ علیہ وسلم جس نے دنیا کو ہر قسم کی تکلیفوں سے نجات اور امن بخشا۔ اسی طرح حضرۃ مائی چراغ بی بی صاحبہ کے نام میں آنے والے دنیا کے نور کی بشارت مذکور تھی۔ دنیا میں بہت سے نام رکھے جاتے ہیں۔ مگر انکو اپنے مسمیٰ سے کچھ بھی نسبت اور تعلق نہیں۔ لیکن بعض اسماء ایسے مبارک اور با موقعہ ہوتے ہیں۔ کہ اُن میں وہی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ جو نام سے بظاہر مفہوم ہوتی ہے۔ اسی طرح حضرت مائی چراغ بی بی صاحبہ ایک ایسے نور کی والدہ مکرمہ بننے کا شرف رکھتی ہیں جس نے دنیا کو روشن کر دیا۔

حضرت مائی چراغ بی بی صاحبہ کا خاندان موضع ایمہ ضلع ہوشیار پور میں ایک معزز اور صحیح النسب مغل خاندان تھا۔ آپکی طبیعت میں جود و سخا اور مہماں نوازی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ ایک عفت اور عصمت کی دیوی خاتون میں جو صفاتِ عالیہ ہونے چاہئیں وہ آپ میں موجود تھے۔ وہ ہمیشہ بشاش اور متبسم حالت میں رہا کرتی تھیں۔ مہماں نوازی کیلئے اُن کے دل میں نہایت جوش اور سینہ میں وسعت تھی۔ وہ لوگ جنہوں نے اُن کی فیاضیاں اور مہماں نوازیاں دیکھی ہیں۔ اُن میں سے بعض اس وقت تک زندہ ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں۔ کہ انہیں اگر باہر سے یہ اطلاع ملتی کہ چار آدمیوں کے لئے کھانا مطلوب ہے۔ تو اندر سے جب کھانا جاتا۔ تو وہ آٹھ آدمیوں سے بھی زائد کے لئے بھیجا جاتا۔ اور مہمانوں کے آنے سے انہیں بہت خوشی ہوتی۔

اپنے شہر کے غرباء اور ضعفاء کا خصوصیت سے خیال رکھتی تھیں۔ اور ان کے معمولات میں ایک یہ بات خاص تھی۔ کہ غرباء کے مُردوں کو کفن اُن کے ہاں سے ملتا تھا۔ غرضیکہ غرباء کی ہمدردی اور دستگیری کی وجہ سے وہ سب کے لئے ایک طرح پر مادر مہربان تھیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تربیت میں حضرت والدہ مکرمہ کی اُن صفات اور اخلاق نے خاص اثر پیدا کیا۔ اور چونکہ آپ ایک عظیم الشان کنبہ کے مالک ہونے والے تھے۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے شروع ہی سے ان صفات عالیہ کے پیدا کرنے کیلئے اُن کے واسطے یہ سامان کیا۔ کہ ایسی مادر شفیق کی گود میں انہیں رکھا جو ہمدردی عامۃ الناس، مہماں نوازی اور جود و سخا میں اپنی نظیر آپ تھیں اس طرح پر گویا آپنے اُن صفات کو شیر مادر کے ساتھ پیا۔

استغناء، شجاعت اور جرأت صاف گوئی کی صفات آپکو والد ماجد کی طرف سے ملے تھے۔ تو مہماں نوازی، جود و سخا اور ہمدردی عامۃ الناس حضرۃ والدہ مکرمہ کی طرف سے عطا ہوئی تھیں۔ بفطرتاً ہر بچہ کو اپنی ماں کے ساتھ اور ماں کو اولاد کے ساتھ محبت ہوتی ہے۔ ماں کی ماتا مشہور ہے۔ مگر حضرۃ مائی چراغ بی بی صاحبہ اپنے بیٹے حضرت غلام احمد صاحب کیلئے ایک سپر کا کام دیتی تھیں حضرت مرزا صاحب چونکہ دنیوی تعلقات سے گو نہ الگ رہتے تھے اور اُن میں کوئی دلچسپی نہ لیتے تھے۔ اس لئے دنیاداروں کی نظر میں ایک ہوشیار دنیادار کی حیثیت سے وہ مشارٌ الیہ نہیں ہو سکتے تھے۔ آپ کا خاندان دنیوی حیثیت سے ایک نمایاں عزت و امتیاز رکھ چکا تھا حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب مرحوم جیسا کہ میں بیان کر آیا ہوں۔ اپنی گذشتہ ورفتہ جاگیر و جائیداد کی بازیافت کے لئے کوشاں رہتے تھے۔ اور حضرت مرزا صاحب کو اُن سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ اس لئے اس حیثیت سے وہ خاندان میں لائق اور قابل نہ سمجھے جاتے تھے۔ بلکہ ملاّں کہلاتے تھے۔ ایسی حالت میں اللہ تعالےٰ نے آپ کی دلجوئی اور تسلّی کے لئے حضرت والدہ مکرّمہ کے قلب کو بہت وسیع کر دیا تھا جو وجود دنیاداروں کی نظر میں نعوذ باللہ محض نکمّا سمجھا گیا تھا۔ حضرت والدہ مکرمہ اسکی نیکی اور سعادتمندی کو دیکھ کر اُن پر نثار ہو جاتی تھیں۔ اور آپکی آسائش و آرام کے لئے ہر طرح کوشش کرتی رہتی تھیں۔ ان کی زندگی میں حضرت مسیح موعودؑ کو کبھی ایسا موقع نہیں آیا۔ کہ وہ گھر والوں کی بے پرواہی کی وجہ سے تکلیف پائیں۔ حضرت کی عادت تھی کہ اپنی ضروریات اور حاجات کو مخلوق کے سامنے پیش نہیں کرتے تھے اور ہمیشہ صبر و برداشت سے کام لیتے اس لئے حضرت والدہ مکرمہ خاص احتیاط اور توجہ سے آپ کی ضروریات کا انصرام فرماتی تھیں اور حضرت اقدس کی ضروریات کا نہایت گہری نظر سے مطالعہ کرتی رہتیں۔ اور اُن کے کہنے کی نوبت نہیں آتی تھی۔ کیونکہ وہ جانتی تھیں۔ کہ حضرت اقدس اظہار نہیں کیا کرتے۔ اس لئے پہلے سے انتظام رکھتیں۔

حضرت والدہ صاحبہ کی مہربانیوں اور محبت کا حضرت مسیح موعودؑ کے دل پر ایک گہرا اثر اور نقش تھا۔ والد صاحب کی گو نہ بے اعتنائی کی تلافی مہر مادری نے کر رکھی تھی۔ حضرت مسیح موعود بر بالوالدین مشہور ہی تھے۔ والد صاحب قبلہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کے لئے آپنے اپنے آپ کو انتظام زمینداری اور پیروی مقدمات تک میں لگانے سے عذر نہ کیا۔ تو حضرت والدہ مکرمہ کی اطاعت اور فرمانبرداری تو آپکی بے نظیر ہی تھی۔ گھر والے بھی اس بات کو محسوس کرتے تھے۔ کہ آپ کو حضرت والدہ مکرمہ سے بہت محبت ہے۔ چنانچہ جب حضرت والدہ مکرمہ کا انتقال ہوا۔ تو آپ قادیان سے باہر کسی جگہ تھے۔ میراں بخش حجام کو آپ کے پاس بھیجا گیا۔ اور اُسے کہہ دیا گیا تھا۔ کہ وہ یکدم حضرت والدہ مکرمہ کی وفات کی خبر حضرت مسیح موعودؑ کو نہ سنائے۔ چنانچہ جسوقت بٹالہ سے نکلے۔ تو حضرت کو حضرت والدہ صاحبہ کی علالت کی خبر دی۔ یکہ پر سوار ہو کر جب قادیان کی طرف آئے تو اُس نے یکہ والے کو کہا۔ کہ بہت جلد لے چلو۔ حضرت نے پوچھا۔ کہ اسقدر جلدی کیوں کرتے ہو۔ اس نے کہا۔ کہ اُن کی طبیعت بہت ناشاد و ناساز تھی۔ پھر تھوڑی دُور چلکر اُس نے یکہ والے کو اور تاکید کی۔ کہ بہت ہی جلد لیچلو۔ تب پھر پوچھا۔ اس نے کہا۔ کہ ہاں طبیعت بہت ہی ناساز تھی۔ کچھ نزع کی سی حالت تھی۔ خدا جانے ہمارے جانے تک زندہ رہیں یا فوت ہو جائیں۔ پھر حضرت خاموش ہو گئے۔ اُس نے پھر یکہ والے کو سخت تاکید شروع کی۔ تو حضرت نے کہا۔ کہ تم اصل واقعہ کیوں بیان نہیں کر دیتے کیا معاملہ ہے۔ تب اس نے کہا۔ کہ اصل میں مائی صاحبہ فوت ہو گئی تھیں۔ اس خیال سے کہ آپ کو صدمہ نہ ہو ایک دفعہ خبر نہیں دی۔ حضرت نے سنکر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ دیا۔ اور یہ خدا کی رضا میں محو اور سست قلب اس واقعہ پر کہ ہر چند وہ ایک حادثۂ عظیم تھا۔ سکون اور تسلی سے بھر رہا۔ غرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی والدہ مکرمہ غفر اللہ لہا کیلئے ایک فرمانبردار اور سعادتمند بیٹے کی حیثیت میں نظر آتے ہیں۔ جہاں مسیح ناصری کے متعلق انجیل میں یہ پایا جاتا ہے۔ کہ انہوں نے بعض کلمات اپنی زبان سے ایسے کہے جو ادب اور اخلاق کے عام درجہ سے بھی گرے ہوئے ہیں۔ (ہم یقین نہیں کرتے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے جو خدا کے نبی تھے ایسے الفاظ زبان سے نکالے ہوں ؟) اور اُن کی کوئی تاویل اخلاقی معیار پر نہیں ہو سکتی۔ وہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی اور کیرکٹر والدین کی تعظیم اور اطاعت کا ایک لانظیر نمونہ ہے۔ اگرچہ آپ کی والدہ مکرمہ تو آپ پر بہت ہی مہربان اور شفقت کرتی تھیں۔ لیکن انسانیت اور بشریت بہرحال ساتھ تھی کبھی کوئی ایسا واقعہ بھی ہو جس میں کسی قدر حرارت پائی جاتی ہو۔ تب بھی حضرت مسیح موعودؑ (باوجودیکہ عین شباب کی حالت میں تھے۔ جب انسان کے جوش میں ایک تیزی اور حرارت ہوتی ہے۔) ہنس دیتے تھے۔ اور والدہ مکرمہ کے ادب اور نیازمندی کے مقام کو نہ چھوڑتے تھے۔ ایک مرتبہ آپکے بڑے بیٹے صاحبزادے مرزا سلطان احمد صاحب جبکہ ابھی بہت چھوٹے بچے تھے۔ گھر میں کھیل رہے تھے اور حضرت مسیح موعودؑ اپنی استغراق اور محویت میں مست ٹہل رہے تھے۔ مرزا سلطان احمد ایک کھلی میں گر پڑے۔ اور سر نیچے ہو گیا۔ اب نہ نکل سکتے تھے نہ سیدھے ہو سکتے۔ کچھ دیر تک تو بچہ جدوجہد کرتا رہا۔ آخر رو پڑا۔ رونے کی آواز سنکر مائی صاحبہ بھاگی آئیں۔ اور پوتے کو نکال کر پیار کیا

صہ۔ اور اس کی تکلیف کا احساس کرکے اور بیٹے کو جو پاس ہی ٹہل رہا تھا۔ اپنی حالت میں مست دیکھ کر رنج ملے ہوئے افسوس ہو گیا۔ ان کے پاس تو کوئی مر بھی جائے۔ تو بھی ان کو پتہ نہیں ہو سکتا۔ کہ کیا واقعہ ہے۔ والدہ مکرمہ کی آواز سنکر آپ فوراً متوجہ ہوئے۔ اور جب انہوں نے اس واقعہ سے مطلع کیا۔ تو ہنسکر عرض کیا۔ کہ "مجھے تو کچھ بھی خبر نہیں۔" یہ جملہ ایسے طریق سے بغیر کسی تکلف اور تصنع سے کہا۔ کہ واقعہ [illegible]

حیاتِ نورؓ کا ایک ورق

غضب اور غصہ کے نظارے

نورالدین (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) انسان تھا۔ انسانی قویٰ و جذبات کا وہ ایک مجموعہ تھا۔ اور یہ امر اس کے کمال کی ایک دلیل ہے۔ جن لوگوں نے فلسفۂ قویٰ پر کتابیں لکھی ہیں۔ انہوں نے بھی بالاتفاق تسلیم کیا ہے۔ کہ انسان کو جسقدر قویٰ دیئے گئے ہیں۔ وہ دراصل اعلیٰ درجہ کی اخلاقی قوتیں ہیں۔ اور اخلاق کے مجسمے ہیں۔ امام غزالی رح نے احیاء العلوم میں فلسفۂ اخلاق پر بحث کرتے ہوئے یہ دکھلایا ہے۔ کہ خلق کے اصلی ارکان حلم، غضب اور شہوت ہیں۔ اور ان ہر سہ قوتوں کے اعتدال کا نام ہی حسنِ اخلاق رکھا گیا ہے۔ پس نورالدینؓ کے اخلاق کے موازنہ میں حیاتِ نور کا مؤلف اس پیمانہ اور میزان کو اپنے زیرِ نظر رکھتا ہے۔ مجھے یہاں نورالدین رضؓ کی زندگی میں غضب اور غصہ کے بعض نظارے دکھانے مقصود ہیں۔

اگرچہ فلسفۂ اخلاق کی تقسیم کے موافق غضب کے نظارے میں اس کی خودداری، دلیری، آزادی، استقلال، ثباتِ وقار وغیرہ نظاروں کا ذکر اس کے واقعاتِ زندگی میں کیا جاسکتا ہے۔ لیکن اخبار اس پورے بیان کا متحمل نہیں اس کی تشریح خدا کے فضل سے حیاتِ نور میں ہوگی۔

غضب اور غصہ انسان کے اندر دراصل اس کی عزت و آبرو اور جان و مال کی حفاظت کا ذریعہ ہیں۔ اس قوت کا خاصہ ہے۔ کہ جب کوئی شخص کسی انسان کو قولاً یا فعلاً ضرر پہنچانا چاہے۔ تو یہ قوت جوش میں آکر اس کا مقابلہ کرتی ہے۔ اس لحاظ سے اس کے بقا کیلئے یہ قوتیں ضروری ہیں۔ پس جب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ نورالدینؓ کو غصہ آتا ہے یا وہ بعض وقت غضب میں ہوتا ہے۔ تو اس سے ہم کبھی یہ مفہوم نہیں لے سکتے کہ

ایسا کہنے سے اسکی ہتک کرتے ہیں

جو لوگ ایسا سمجھتے ہیں۔ وہ غلطی کرتے ہیں۔ دیکھنے کے قابل تو یہی نظارہ ہے۔ کہ جب نورالدینؓ غصہ میں آتا ہے۔ تو کیوں آتا ہے۔ اس وقت اس سے جو افعال سرزد ہوتے ہیں۔ وہ اس کو کس رنگ میں پبلک کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ کیا اس حالت میں غور و فکر، انجام اندیشی اور خود اختیاری سے وہ نکل جاتا ہے؟ اور جو کچھ کرتا ہے۔ وہ بے اختیار ہو کر کرتا ہے۔ یا اس حالت میں بھی اس کا اپنی ان قوتوں پر کوئی کنٹرول ہوتا ہے۔ یہ موازنہ [illegible] نہایت دلچسپ ہے۔ اس کے لئے آؤ تمہیں نورالدین رضؓ کے گھر میں لے چلیں۔ نورالدینؓ کی یہ پرائیوٹ زندگی ہے۔ اس وقت اس کے مریدوں اور دوستوں کا کوئی حلقہ اس کے سامنے نہیں۔ جن میں اُسے اپنے وقار اور متانت کو قائم رکھنا ایک دنیا دار اور خود غرض انسان کے خیال کے موافق ضروری ہو۔ اور جوش میں ہے۔ اور اس کی غضبی قوت ہیجان میں ہے۔ مگر عین اعتدال پر، وقار اور متانت کے نیچے۔ اس کی مخاطب اس کی رفیق اور غمگسار بیوی ہے۔ اور وہ اُسے ڈانٹتا ہے۔ کس بات پر؟ کیا اس لئے کہ اُس نے خانہ داری کے معاملات میں کوئی نقص پیدا کر دیا ہے؟ کیا اِس لئے کہ اُس نے نورالدین کے کھانے پینے کے انتظام میں سستی کی ہے؟ کیا اس لئے کہ اُس کے مال کو بے جا خرچ کر دیا ہے؟ ان باتوں میں سے ایک بھی نہیں۔ اسلئے کہ وہ عورتوں کے حقوق کا بہت بڑا حامی ہے۔ وہ عورتوں کے مالی معاملات کی تفتیش اور تحقیق کو خانگی نزاعوں اور مکروہات کا مقدمۃ الجیش قرار دیتا ہے۔ اور اس نے اپنی عملی زندگی سے یہ دکھا دیا ہے کہ تمام عمر میں کبھی اس نے اپنی بیوی کے اسباب کا جائزہ نہیں لیا اور جو دیا۔ اس کا حساب نہیں پوچھا۔ کھانے پینے کا وہ اپنے بقائے نفس کے لئے ایک حد تک حاجتمند ضرور ہے۔ مگر وہ کسی عادت کا غلام نہیں۔ جو کچھ اس کے سامنے رکھدیا گیا۔ اس نے ہمیشہ الحمد للہ کہہ کر کھالیا ہے۔ پر یہ جوش کیوں ہے۔ اس جوش کی علت معلوم ہونے پر اس غضب کی حقیقت کھل جاتی ہے۔ اور یہی نورالدینؓ کی زندگی میں اس قوت کے استعمال کا راز ہے۔

نورالدینؓ اپنے گھر میں مستورات اور لڑکیوں کو قرآن مجید کا درس دیتا ہے۔ قرآن مجید کا پڑھنا پڑھانا اور سننا سنانا اور سمجھانا اس کی زندگی کا مقصد اور اس کی روحانی غذا ہے یہاں کثرت سے مستورات جمع ہوں۔ اور صبح سے لے کر نو دس بجے تک یہ سلسلہ جاری رہے تو ہاں گھر کے کاروبار میں دقت کا پیدا ہونا ضروری بات ہے۔ اور بڑے سے بڑے حوصلہ اور خلیق عورت تو کجا مرد کا گھبرا جانا ممکن ہے۔ ان عورتوں یا لڑکیوں کے اجتماع کی وجہ اور تنگی مکان کے باعث حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضؓ کی بیوی کسی قدر تیزی یا ترشروئی سے ان قرآن سننے والیوں سے پیش آتی ہے۔ نورالدین کو یہ ادا سخت ناگوار ہوتی ہے۔ کہ کیوں قرآن کریم پڑھنے والیوں سے اسطرح سلوک کیا جاوے۔ جہاں ہم دوسرے گھروں میں دیکھتے ہیں۔ کہ سالن میں نمک کی کمی بیشی پر یا معمولی مٹی کے ایک برتن کے ٹوٹ جانے پر آفت بپا ہو جاتی ہے، نورالدین کو اپنی معاشرت میں اگر کوئی چیز بیوی پر ناراض کر سکتی ہے۔ تو وہ ایک ہی امر ہے۔ کہ اس کی وجہ سے قرآن کریم کی اشاعت میں کوئی روک نہ ہو

کیا وہ اپنی اس تنبیہ میں زبان یا ہاتھ کی سختی سے کام لیتا ہے؟ نہیں وہ اُسے وعظ کرتا ہے۔ مگر اُس کے لہجہ میں صرف تنبیہ کا رنگ ہے۔ نورالدین جو کچھ کہتا ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے:۔

خدا تعالےٰ کا شکر کرو۔ تمہارے گھر میں اسقدر قرآن شریف کھلتے ہیں۔ قرآن مجید کی تلاوت پر خدا تعالےٰ کے برکات اُترتے ہیں۔ میں کسقدر سخت بیماری کے مونہہ سے نکلا ہوں۔ زندگی کا کیا اعتبار ہے۔ میری بیماری میں تم نے دیکھ لیا تھا۔ کہ ایک زمانہ تک مجھے اس نعمت کا موقعہ نہیں ملا۔ تمہارے گھر میں کون آتا تھا۔ اب خدا تعالےٰ نے مجھے پھر موقع دیا۔ کہ اپنے فضل سے مجھے زندگی دی، صحت دی۔ میں خدا کے کلام کو سناتا ہوں۔ اور جب تک زندہ رہونگا سناتا ہی رہونگا۔ جب اس کا فضل شاملِ حال ہو۔ پس ان آنیوالیوں کی کثرت سے اگر تم گھبراتی ہو۔ تو مجھے تکلیف دیتی ہو۔ مجھ سے دعا لو۔ ناراض نہ کرو۔ اور پھر ایسی بات پر جو مجھے کبھی پسند نہیں ہے۔

ناظرین! یہ مفہوم ہے۔ جو تیسرے واسطہ سے میرے پاس پہنچا۔ یہ نورالدینؓ کے غضب کا نظارہ ہے۔ یہ غضب کیسا مبارک اور کیسا خوش آئند ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ غصہ کی حالت میں اپنی زبان اور ہاتھ پر قابو رکھتا ہے۔ اور انہیں خدا تعالےٰ کی حکومت کے نیچے رکھتا ہے۔ کسی شخص کے اخلاق کے موازنہ کا وہ وقت عجیب ہوتا ہے۔ جب وہ کسی غصہ کی حالت میں ہو۔ یا کسی تکلیف میں مبتلا ہو۔ مجھے نورالدین رضؓ کی زندگی میں ایسے نظارے دیکھنے کا موقعہ ملا ہے۔ اور اُن تمام موقعوں میں نہ صرف میں نے بلکہ سینکڑوں انسانوں نے اس کو دیکھا ہے کہ اعتدال سے نہیں گذرتا۔ اور اگر کچھ کہتا ہے۔ تو صرف نصیحت اور وعظ۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ قرآن مجید کا درس ختم ہو کر نیا دور شروع ہونے والا تھا۔ بعض خدام کی طرف سے ایسی باتیں سامنے آئیں۔ جو صراطِ مستقیم سے ہٹی ہوئی اور اخلاقی کمزوری کا مظہر تھیں۔ اس پر آپ کو رنج اور غصہ آیا۔ اور اس کا اظہار درس میں کیا۔ اور بڑے جوش سے کیا۔ مگر آخر میں فرمایا:۔

"اگرچہ آج مجھے سخت جوش آیا ہے۔
اور اس جوش کی وجہ سے تڑپ کم ہوتی ہے۔ مگر اللہ کے فضل سے قرآن مجید نہایت اخلاق اور درد ہی سے سنایا ہے۔ اور یہ جوش اور غصہ تمہاری بھلائی کے لئے ہے میرا جی نہیں چاہتا کہ میں تمہیں ایسی حالت میں دیکھوں۔ جو خدا کی پسندیدہ نہیں۔"

(عرفانی)

حیاتِ صافی کا ایک ورق

اظہار الدین اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ

اللہ تعالے فرماتا ہے۔ کہ اُسی نے اپنا رسول ہدایت اور دین الحق کے ساتھ بھیجا ہے۔ تاکہ کل دینوں پر اُس کو غالب کر دیوے۔ یا یہ کہو کہ اب یہ حق اور ہدایت تمام دینوں پر غالب ہوگی۔ کیونکہ اللہ تعالے نے اپنا رسول حق اور ہدایت کے ساتھ بھیجدیا ہے۔

اس آیت پر بڑے ذوق اور سرور کے ساتھ میں چند باتیں بیان کرنا چاہتا ہوں۔ کہ کس طرح خدا تعالے کی تائید اور نصرت اپنے دین کو غالب کرنے کے واسطے ہو رہی ہے۔ اس بات پر بحث کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کہ یہ آیت کس کے حق میں ہے۔ تمام مفسرین نے بالاتفاق تسلیم کر لیا ہے کہ یہ آیت مسیح موعود علیہ السلام کے حق میں ہے۔ یعنی تمام ادیان پر اسلام کا غلبہ واضح حجت کے ساتھ ہاں ایسے طور پر کہ دنیا بول اُٹھے کہ واقعی اسلام کے دلائل کو کھلا غلبہ مل گیا۔ اسوقت ہوگا۔ جبکہ مسیح موعود آئیگا۔ اور اس طرح پر یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعثت میں حضرة مسیح موعود کے حق میں ہے۔ یا یہ کہدو۔ کہ مسیح موعود کی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آئیں گے۔ اور ملل باطلہ و ہالکہ پر اسلام کو غالب کرکے دکھائیں گے۔ یہ بالکل سچ ہے۔ کہ جب سے قرآن کریم کا نزول ہوا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ اسی وقت سے باطل کی شکست کی بنیاد رکھی گئی۔ آپ کا وجود باجود اور آپ کی کتاب خطرناک حربہ تھا۔ اور ہے۔ ذلیل باطل کے ہلاک کرنے کے واسطے حقیقت میں اُسی وقت اور ساعت سے تمام باطلوں کی ہلاکت اور شکست کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ لیکن ایک وقت مقدر تھا۔ کہ اس باطل کو ایسی شکست ہو کہ وہ پھر سر نہ اٹھا سکے۔ اور اس کوبرا کی کچلیاں نکال ڈالی جاویں۔ تا پھر وہ ڈنگ چلانے کے قابل نہ رہے۔ اس وقت جو شخص زمانے کی موجودہ حالت سے آگاہ اور واقف ہے۔ اور اُسے معلوم ہے۔ کہ ملل باطلہ نے اسلام پر کیسے دانت چلانے چاہے ہیں۔ اور کس طرح پر اس زمانہ کی نسلوں کو تباہ کرنا چاہا ہے۔ اور جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کام سے واقف ہے۔ وہ اگر کوئی تعصب اور شرارت نہیں رکھتا۔ تو اُسے چلا کر کہنا پڑیگا۔ کہ لاریب یہی شخص ہے۔ جو اس آیت کا مصداق ہے۔ لیکن افسوس تو یہ ہے۔ کہ اکثر لوگوں کو اس بات کا علم نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا کیا ہے۔ اور جن کو علم ہے اُن میں سے اکثر اپنی خفاش صفتی کی وجہ سے اس کو دیکھ نہیں سکتے۔ میں مختصر طور پر یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ اس نے کس طرح پر لیظہرہٗ علی الدین کلہٖ کرکے دکھایا ہے۔ ہم میں اور ہمارے دشمنوں میں یہی ایک امر فیصلہ کے لئے تنقیح طلب ہو سکتا ہے اور اسی پر فیصلہ ہو سکتا ہے۔ اگر وہ توجہ کریں۔

ہمارا یہ دعویٰ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کھلے طور پر اسلام کو غالب کرکے دکھایا ہے۔ اور اس کے دلائل اور براہین ہمارے پاس ہیں جب یہ ثابت ہو جائے۔ تو پھر مسیح موعود کے دعویٰ کے لئے کسی اور ثبوت کی ضرورت اور حاجت ہی نہیں رہ جاتی۔ کیونکہ یہ مسلّم امر ہے۔ کہ وہ اظہارِ دین جو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے مسیح موعود ہی کیساتھ مختص ہے۔ اور مسلّم ہے۔

جیسے مفسرین نے اس آیت کو مسیح موعود کے حق میں تسلیم کیا ہے اسی طرح پر اس انسان نے جس نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ پوری بصیرت اور کامل شعور کے ساتھ خدا تعالے کی وحی اور الہام کی بنا پر اس آیت کو اپنے حق میں لیا ہے۔ اور پچپن برس پہلے سے جسوقت کوئی دعویٰ مسیح موعود ہونیکا نہ تھا۔ یہ الہام براہین احمدیہ میں چھپا ہوا موجود ہے۔ اب صرف یہ دکھانا باقی ہے۔ کہ اظہار الدین اس آیت کے کھلے منشاء کے موافق ہوا ہے یا نہیں؟ دین کو غالب کرنے کی دو راہیں ہیں۔ اوّل اسلام کی تائید کے لئے عجیب سامان بہم پہنچائے جاویں۔ دوئم یہ کہ باطل کے حملوں کی تردید کا کافی سامان ہو۔ یا دوسرے لفظوں میں یوں کہو۔ کہ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے سامان بہم پہنچانا اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں۔ کہ دونو باتیں کامل اکمل اور اتم طور پر مسیح موعود علیہ السلام نے کرکے دکھلائی ہیں۔

سب سے بڑا مسئلہ ذات باری تعالے کا ہے۔ تمام قوموں نے اس میں غلطی کھائی ہے حتیٰ کہ عام مسلمانوں نے جو موجود ہیں اور جن کو لا الٰہ الا اللہ کی تعلیم دی گئی تھی۔ جو قرآن کریم کی تعلیم کی اصل غرض اور منشا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس تعلیم کی اشاعت کے لئے مبعوث ہوئے تھے اس کو اب چھوڑ دیا ہے۔ قرآن کریم نے سکھایا تھا۔ کہ وہ الحی، القیوم ہے۔ وہ کلام کرنے والا ہے۔ اور امور کی تدبیر اور تصرف کرنے والا ہے۔ وہ اپنے ارادہ اور امر کن کے ساتھ ہر چیز پر متصرف ہے۔ یہ عقیدہ مسلمانوں میں مٹ چکا تھا۔ کوئی گدی، کوئی صوفی، کوئی سجادہ نشین نہیں۔ جو ان باتوں کا ثبوت دے سکے۔ خیالی طور پر اگر کسی نے خدا کو مانا ہو۔ تو یہ جدا امر ہے۔ لیکن نری خیالی باتوں سے کچھ نہیں بنتا۔ دوسرے مذاہب کا تو ذکر ہی فضول ہے۔ وہ اس مسئلہ میں پیش نہیں ہو سکتے۔ آریہ، عیسائی، برہمو تو اللہ تعالے کی ان صفات کے قائل ہی نہیں رہے۔ مسلمان مانتے تھے مگر ان میں سے بھی کوئی ثبوت نہیں دے سکتا۔ کہ وہ مانتا ہے کہ اُس کا خدا بولنے والا۔ متصرف۔ مقتدر اور زندہ خدا ہے اس مسئلہ کو خدا تعالے کے برگزیدہ مسیح نے عجیب رنگ میں دکھایا ہے۔ یہی مسئلہ ہے جس پر تمام روحانی ترقیوں کا انحصار ہے۔ اور الٰہیات کی اصل جڑھ یہی ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کے متعلق عقیدہ صحیح نہ ہو۔ تو پھر اعمال صالح میں حسن اور صواب کیسے پیدا ہو سکتا ہے۔ اس لئے سب سے پہلے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ خدا کے برگزیدہ مسیح نے اللہ تعالیٰ کی قدوسی ذات کے متعلق سچا اور یقینی علم دیا۔ اور پھر یہ علم خیالی اور ذہنی طور پر نہیں دیا۔ بلکہ یقینی طور پر بصیرت کے ساتھ دیا۔ اُس نے بتا دیا۔ کہ خدا تعالے جیسے پہلے متکلم، متصرف قادر، مدبّر تھا۔ اب بھی اسی طرح ہے۔ اور میرے ساتھ کلام کرتا ہے۔ اُس نے بڑے زور شور سے یہ دعویٰ کیا۔

آں خدائے کہ از اہل جہاں بے خبر اند
بر من او جلوہ نمود است گر اہلی بپذیر

اور پھر اس دعویٰ کو ان تائیدوں اور نصرتوں سے جو اس کی ہو رہی ہیں۔ ثابت کرکے دکھایا۔ کہ وہ مقتدر متکلم متصرف خدا جیسے آنحضرت صلعم کے وقت تھا اب بھی ہے۔ اور کن فیکون کا مالک ایسا ہی ہے۔ جیسے موسیٰؑ کے وقت تھا۔ جبکہ وہ دریا پر پہنچے۔ اس وقت اگر قادر یفعل ما یشاء خدا اس کے ساتھ نہ ہوتا۔ تو عاجز بندہ موسیٰؑ ہلاک ہو جاتا۔ یہ چھوٹی سی بات نہیں۔ الٰہیات کی بنیاد اسی ایک مسئلہ سے پڑتی ہے۔ اور ساری روحانی ترقیوں کی اصل اور جڑھ یہی ہے۔ میں اگر کافی وقت ہوتا۔ اور خطبہ متحمل ہو سکتا۔ تو میں تمہیں کھول کر سناتا۔ کہ کیونکر اس مسئلہ میں قوموں نے غلطی کھائی۔ اور وہ ہلاک ہوئی ہیں۔ اور انہوں نے قدوس قادر۔ حی القیوم، متکلم خدا کی ہتک کی ہے۔ اور خدا کا انکار کرکے کس طرح پر دہریت پھیلائی گئی ہے۔

میں بصیرت اور کامل شعور کے ساتھ کہتا ہوں۔ کہ آج زندہ خدا کا ثبوت صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیا ہے۔ اور کوئی متنفس خواہ وہ کسی مذہب و ملت کا ہو۔ اس قابل ہے نہیں۔ کہ وہ خدا کی ہستی کو ثابت کر سکے۔

مبارکی اور صلواۃ ہو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کہ اُس نے اِس مسئلہ میں جان ڈالدی۔ اور

سچ تو یہ ہے
کہ
خدا کو زندہ خدا کی صورت میں
دکھلا دیا۔

(باقی آئندہ)

صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

سوانح حیات حضرت میر مہدی حسین صاحب خادم المسیح ؑ

(بسلسلہ سابقہ)

لیکھرام سے مباحثہ

میں نے دروازہ پر پہنچکر پھر شوی صاحب سے کہا۔ کہ مجھے آنے کی اجازت ہے؟ میں مرزا صاحب کا مرید ہوں۔ لیکھرام نے کہا۔ آجائیے کچھ مضائقہ نہیں۔ اس وقت پنڈت لیکھرام ایک ہندو سے دیانند کی سوانح معلوم کرکے قلمبند کر رہے تھے۔ میرے اندر آنے پر ذیل کی گفتگو ہوئی۔

لیکھرام - آپ نے میری کوئی کتاب پڑھی ہے؟

میں نے کہا۔ نہیں! پھر کہا۔ کہ تکذیب براہین احمدیہ پڑھی ہے۔ میں نے کہا۔ نہیں! پھر مجھے یاد آیا۔ کہ ایک شخص کے پاس خبط احمدیہ کے دو ایک صفحے دیکھے تھے۔

مہدی حسین:- میں نے آپ کی خبط احمدیہ کتاب میں ایک مسئلہ پڑھا ہے۔ جسکا جواب آپ سے ہی لینا چاہتا ہوں۔

لیکھرام:- وہ کیا مسئلہ ہے؟

مہدی حسین:- میں نے اس میں دیکھا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ نشان کچھ چیز نہیں۔ اس کی فلاسفی سمجھا دیجئے۔

لیکھرام:- ہاں! نشان کچھ چیز نہیں۔ لوبھ۔ کرودھ، موہ ہنکار تیاگ دیجئے۔ اور اس کی جگہ پریم بھگتی دو اور باتیں اختیار کر لیجئے مکتی ہو جائیگی۔

مہدی حسین - آپ یہ کہتے ہیں۔ اُدھر عیسائی کہتے ہیں۔ عیسیٰ عیسیٰ بول مسلمان کہتے ہیں۔ روزہ نماز پڑھو ایک طالب حق کس کی بات کو باور کرے اگر نشان کوئی چیز نہیں۔

لیکھرام:- نشان کی ضرورت نہیں۔ صرف یہ چار چیزیں۔ لوبھ۔ موہ، کرودھ، ہنکار تیاگو اور اس کی جگہ چار اور باتیں اختیار کرو۔ جو پریم بھگتی وغیرہ ہیں۔ بس یہ کافی ہے۔

مہدی حسین - آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا شائد آپ تمثیل سے سوال سمجھ کر جواب دیں گے۔

تمثیل:- ایک شخص صدر فیروزپور سے چار میل کے فاصلہ پر کھڑا ہے۔ اور یہاں صدر فیروزپور میں آنا چاہتا ہے۔ اس کے استفسار پر ایک شخص یہ بتلاتا ہے۔ کہ یہ پگڈنڈی سیدھی شہر فیروزپور کو یا صدر کو جاتی ہے۔ ایک دوسرا میلے کچیلے کپڑے پہنے کہتا ہے۔ کہ نہیں یہ راستہ صدر فیروز کو جاتا ہے تیسرا شخص یہ کہتا ہے کہ یہ سڑک جس پر میل بھی لگے ہیں۔ اور گاڑیاں آتی جاتی ہیں۔ (میں یہ مراد نبیں انبیاء کو لیتا ہوں۔ جو نشان دکھاتے ہیں) صدر کو جاتی ہے۔ بتلاؤ ایک عقلمند انسان کس کی بات مانے؟

لیکھرام:- نہیں نشان کی ضرورت نہیں۔ صرف یہ چار باتیں تیاگو۔ اور چار کو اختیار کرو۔ مکتی ہو جائے گی۔

مہدی حسین:- آپ میرے سوال کا جواب نہیں دے سکتے۔ لیکھرام کھسیانہ سا ہو گیا۔ اور کچھ نہ کہہ سکا

مہدی حسین:- پھر میں نے پوچھا۔ یہاں کوئی اشتہار مرزا صاحب کا پیشگوئی ڈپٹی آتھم کے متعلق کہ وہ جھوٹی کی گئی تھی۔ شائع ہوا ہے؟

تو کہا نہیں! مرزا صاحب تھوڑے پانی میں نہیں ہیں۔ وہ خوب جانتے تھے۔ کہ گورنمنٹ انگریزی میں کوئی کسی کو پکڑ نہیں سکتا۔ سب باتیں سوچکر پیشگوئی کی گئی تھی۔ اس کے بعد میں چلا آیا۔ اور حضرت مرزا صاحب کی صداقت پر ایمان مضبوط اور ترقی پذیر ہو گیا۔

ایک آریہ علیگ سے مباحثہ

لیکھرام کے مباحثہ کے بعد ۱۸۹۷ء میں ایک آریہ رائے رجن لعل صاحب ایگزیکٹو انجینئر علیگ محکمہ نہر میں ہمارے علاقہ میں تبدیل ہو کر آئے۔ یہ منصف مزاج اور رشوت ستانی کے سخت مخالف تھے۔ مجھ سے دوسرے تیسرے روز حضرت صاحب کے متعلق گفتگو کیا کرتے تھے اور آزادی سے باتیں سنتے تھے۔ لیکھرام کے دعویٰ پر مجھ سے کہا۔ کہ مسلمانوں کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑیگا۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے ایک اشتہار شائع فرمایا جس کا عنوان یہ تھا ؎

کرامت گرچہ بے نام و نشان است
بیا بنگر ز غلمان محمدؐ

میں نے یہ اشتہار اُن کی میز پر رکھ دیا۔ وہ موجود نہ تھے۔ اردلی سے کہا۔ کہ کہہ دینا۔ کہ اس کا جواب دو یا صداقت قبول کرو۔ میں ابھی واپس ہوا تھا۔ کہ وہ آ گئے۔ اور آواز دیکر کہا۔ او جوان! کہاں لکھا ہے کہ فلاں تاریخ لیکھرام مارا جائیگا۔ اور قاتل کا حلیہ کس جگہ لکھا ہے جس کو پیشگوئی کہا جاتا ہے۔ میں نے کہا۔ کہ چھ سال پیشتر کتابوں میں لکھا ہے۔ جو گورنمنٹ کے دفاتر میں بھی جا چکی ہیں۔ تو کہا۔ کہ وہ منگاؤ۔ میں نے کہا کہ وی۔ پی آپ کے نام آئیگا۔ تو جواب دیا۔ کہ کچھ مضائقہ نہیں۔ میں لکھنے کو تھا۔ کہ کوئی مسافر جاتا ہوا اشتہار "لیکھرام کی موت کے متعلق آریہ صاحبان کے خیالات" میرے مکان پر دے گیا۔ میں نے اسی کو کافی سمجھا۔ اور رائے صاحب سے کہلا بھیجا۔ کہ کتابیں آگئی ہیں۔ آپ دیکھنے کے لئے وقت دیں۔ اور سمجھ لیویں۔ مگر اٹھارہ روز تک کوئی موقعہ نہ نکالا۔ اور میں وقت کا مطالبہ کرتا رہا۔ یہاں تک کہ دورہ پر جانے کا اعلان کر دیا۔ میں نے اُن کے اردلی سے کہا۔ کہ جانے سے پہلے ایک گھنٹہ وقت دیکر اس پیشگوئی کا تصفیہ کر لو۔ تو جواب ملا ہم بھی گنڈا سنگھ والا چلو۔ وہاں پڑتال کریں گے۔ میں اس کو ایک مذہبی کام سمجھ کر اُن کے پہنچنے سے پہلے ہی رات کو سفر اختیار کرکے وہاں پہنچ گیا۔ اور وقت دینے کا مطالبہ کرتا رہا۔ چار پانچ روز کے بعد رائے صاحب نے ایک باقاعدہ مجلس مباحثہ بنا کر مجھے بلایا۔ سات کرسیاں تھیں۔ جن پر اہلکار اور انگریزی دان بٹھائے گئے۔ اور خود ایک علیحدہ جگہ بیٹھ کر مجھے طلب کیا ؎

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرۂ خوں نکلا

پیغام طلب سنتے ہی میرے پاؤں تلے سے گویا زمین نکل گئی۔ اس خیال سے کہ میں نے کبھی مباحثہ نہیں کیا نہ کسی کو کرتے دیکھا۔ اور مقابل پر گریجوایٹ اور انگریزی دان موجود ہیں۔ الہٰی تو میری مدد کو آئیو۔ اگر اس نے یہ کہہ کر کہ یہ قادیان کا اشتہار ہے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ تو میرے ہاتھ میں کیا ثبوت ہے؟ میں سامنے گیا۔ اور اشتہار ہاتھ میں دیکر کہا۔ کہ اس میں قاتل کا حلیہ اور تاریخ وقوعہ کا سب ذکر ہے۔ اس وقت جو منظر میں نے دیکھا۔ وہ نہایت ہی خوشکن اور تعجب نما تھا۔ میں میدان مباحثہ میں ایک حواری کے سامنے کھڑا تھا۔ دائیں طرف دیکھتا ہوں کہ جو اسکا ہاتھ میں ایک میز کرسی لگی ہے۔ جو درختوں کی چوٹیوں سے ہمسر ہے اور کرسی پر خدائے قادر و قیوم سفید لباس پہنے جلوہ گر ہے۔ اور میز کے پاس کوئی شخص تعمیل حکم کے لئے کھڑا ہے۔ میرے دل میں ڈالا گیا۔ کہ یہ خدا ہے جو پوچھنا ہو خدا سے پوچھتے جاؤ۔ فوراً جواب ملیگا۔

رائے صاحب:- رائے رجن لعل صاحب نے کہا۔ کہ صاحب! ہم کیا کریں۔ صرف ایک مرزا صاحب ہیں۔ کہ جو خدا سے ہمکلام ہونے کا اظہار کرتے ہیں۔ کوئی دوسرا نہیں جس سے ہم شہادت لیں۔ کہ مرزا صاحب کا بیان خدا کی طرف سے ہے یا نہیں۔ اگر کوئی دنیا میں اور شخص بھی مدعی الہام ہوتا۔ تو ہم اس سے حقیقت حال پوچھتے۔

مہدی حسین:- میں نے خدا کی طرف منہ کرکے دل میں کہا۔ کہ اب کیا جواب دوں۔ تو میں نے دیکھا ایک تار کا سلسلہ میرے اور خدا تعالیٰ کے میز

درمیان لگا ہؤا ہے۔ جو مجھے جواب سکھلاتا ہے۔ اور تار کا تعلق میرے دل سے ہے۔ میرے دل میں معًا یہ بات پڑی۔ کہ منہ والے پیر صاحب العلم کو پیش کردو۔ چنانچہ میں نے رائے صاحب سے کہا۔ کہ ایک شخص ریاست خیرپور میں مدعی الہام ہے۔ اور اس کی عمر ۹۰ سال ہے۔ اس نے کہا ہے۔ کہ مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ مرزا صاحب سچے ہیں۔ جو اُن کی نہ مانے گا۔ وہ ذلیل کیا جائیگا۔ ہم اگرچہ ضعیف العمر ہیں۔ انگریزی نہیں جانتے۔ لیکن مرزا صاحب کے حکم دینے پر بیچوں وچرا بلاد انگریزی میں تبلیغ کے لیئے چلے جائیں گے۔ آپ اُن سے پوچھ سکتے ہیں۔

رائے صاحب:۔ ہم کو فرصت نہیں۔ کہ اُن سے جاکر دریافت کریں۔ کوئی یہاں ایسا آدمی تبلاؤ۔ جو یہ دعویٰ کرے۔

مہدی حسین:۔ وہاں جانیکی ضرورت ہی نہیں۔ ایک لفافہ کے ذریعہ سوال بھیجکر جواب ایک ہفتہ میں حاصل کیا جاسکتا ہے۔ آپ سوال لکھ کر مجھے دیدیں۔ میں جواب منگا دونگا۔

رائے صاحب:۔ نہیں صاحب! ہم تو بالمشافہ پوچھنا چاہتے ہیں۔

میں نے اس کو معقول سمجھکر پھر خدا تعالےٰ کے منہ کی طرف دیکھا۔ تو مجھے حکم دیا گیا۔ کہ تم خود اپنے کو پیش کردو۔ اسوقت میرے دل میں یہ گذرا۔ کہ شحنۂ حق میں حضرت صاحب مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے۔ کہ اگر اسلام کی طرف سے ایک چمار کھڑا ہو۔ اور مقابل پر کوئی خاندانی عیسائی یا ہندو ہو تو خدا تعالےٰ اُس وقت اوس چمار مسلمان کو فتح دیگا۔ میں نے عرض کی۔ کہ اس وقت میں وہ چمار بن جاتا ہوں۔ خدایا مجھے فتح نصیب کرنا۔

مہدی حسین:۔ رائے صاحب! یہاں بھی ایک شخص موجود ہے۔ جو یہ کہتا ہے۔ کہ مجھے خدا نے فرمایا ہے کہ مرزا صاحب اپنے دعویٰ میں سچے ہیں۔ جو اُن کو نہ مانے گا۔ وہ اس دنیا میں ذلیل ہوگا۔ اور اگلے جہان میں جہنم میں پڑے گا۔

رائے صاحب:۔ ہاں! اس کو بلاؤ۔ اُس سے ہم دریافت کرنا چاہتے ہیں۔

مہدی حسین:۔ بولانے کی ضرورت نہیں۔ وہ آپ کے پاس چار قدم کے فاصلے پر کھڑا ہے۔ اس کا نام مہدی حسین ہے۔

یہ سنکر آریہ صاحب مبہوت ہوگئے۔ اور کہا صاحب! ہم کو تو معلوم نہ تھا۔ کہ آپ کا بھی خدا تعالےٰ سے تعلق ہے۔ میں نے کہا۔ کہ بلا ضرورت کسی بات کا اظہار بیہودہ ہوتا ہے۔ اب ضرورت پڑی ہے۔ تو آپ سے بیان کیا گیا۔ اسپر جواب دیا۔ کہ آپ کوئی اپنا گواہ پیش کریں۔ جو یہ گواہی دے۔ کہ آپ نے کوئی ایسی بات وقت سے پہلے تبائی تھی۔ جو بعد میں صحیح ثابت ہوئی ہو۔ کیونکہ بغیر گواہ کے کوئی مقدمہ فیصل نہیں ہوتا۔

میں نے کہا۔ کہ یہ عجیب بات ہے۔ کہ اس سے پہلے مرزا غلام احمد صاحب کا گواہ مانگا جاتا تھا۔ جب ان کا گواہ پیش ہؤا۔ تو اب اس گواہ کے لیئے گواہی درکار ہے۔ پھر کوئی گواہ پیش ہؤا۔ تو اُس کے لیئے گواہ کی ضرورت ہوگی۔ یہ تسلسل تو ختم ہونے والا نہیں۔ اسپر وہ بولے۔ کہ ہم کیا کریں۔ ہم کو پہلے سے آپ کی واقفیت نہیں تھی۔

اسپر میں نے اپنی دائیں طرف خدا تعالےٰ کے میز کرسی کی طرف نگاہ کی اور کہا۔ کہ اب گواہ کون پیش کروں۔ تو فورًا اُس کنکشن کے ذریعہ جو میرے اور تخت کے درمیان تھا۔ مجھے گواہ کی طرف اشارہ کیا گیا۔ کہ اس کو پیش کردو۔ اس مجمع میں جو کرسیوں پر بیٹھا ہؤا تھا۔ ایک منشی امیر اللہ صاحب سررشتہ دار بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ اور اُن کو میرا حال معلوم تھا۔ میں نے خدا سے عرض کی کہ حضور! میں ان کو پیش تو کردوں۔ مگر ان کو ہدایت کی جادے۔ کہ وہ گواہی جو میں نے طلب کی ہے پوری ادا کریں۔

پھر میں نے منشی صاحب کو پیش کیا۔ کہ یہ میرے گواہ ہیں۔ منشی صاحب نے کھڑے ہوکر بیان کیا۔ کہ مجھکو میر صاحب (مہدی حسین) نے ایک شخص کے اس ڈویژن سے تبدیلی کی خبر دی تھی۔ جو بعد میں سچی نکلی۔

اس پر پھر آریہ صاحب پر حالت مبہوتانہ طاری ہوئی۔ تھوڑی دیر سکوت کے بعد کہا۔ کہ نہیں صاحب! ہم نہیں مان سکتے۔ ہم کو وہ خدا کا کلام سنایا جاے۔ جو اُس شخص کی تبدیلی کے متعلق آپ کو پہنچا تھا۔

میں نے کہا۔ کہ ہاں! وہ کلام یہ ہے:۔

"مبحث ہذا اپر ستلج ڈویژن سے باری دوآب میں ڈالا گیا۔"

یہ سنکر آریہ صاحب نے ایک قہقہہ لگایا۔ کہ واہ صاحب یہ کیسا کلام الہٰی ہے۔ جو اردو میں ہے۔ خدا تو عربی میں بولا کرتا ہے۔ قرآن عربی میں ہے۔ محمد صاحب (صلعم) پر عربی میں خدا بولا۔ جنتیوں کی بولی عربی ہے۔ آپ یہ اردو خدا کا کلام کیسے سناتے ہیں۔ یہ قابل قبول نہیں ہے

میں نے کہا۔ کہ خدا تعالےٰ سے کوئی زبان مخفی نہیں۔ بلکہ جیسا وہ انسانوں کا خالق ہے۔ ایسا ہی زبانوں کا بھی وہی سکھانے والا ہے۔ یہ تو کوئی آریہ ورت کا پرمیشر ہوگا جس کو صرف سنسکرت ہی آتی ہے۔ اور اس کو معلوم نہیں کہ سمندر پار کیا زبان بولی جاتی ہے۔ ہم ایسے پرمیشر کو خدا خالق کائنات نہیں مان سکتے۔ خدا تو وہ ہو سکتا ہے۔ جو ہر مخلوق سے اچھی طرح واقف ہے۔ وہ تو چیونٹی کے پاؤں کی آہٹ بھی سنتا ہے۔ اور ہر ایک کے مافی الضمیر سے قبل اس کے کہ کوئی بات دل میں گذرے واقف ہے۔ ہم ایسے پرمیشر کو خدا نہیں سمجھتے۔ جو اپنی مخلوق کی زبان سے ہی واقف نہیں ہے۔ خدا وہی ہو سکتا ہے۔ جو ہر ایک کی کنہہ سے بخوبی آگاہ ہے۔ حضرت مرزا صاحب کو باوجود انگریزی نہ جاننے کے انگریزی میں زبردست پیشگوئی پر مشتمل الہامات ہوئے ہیں۔ یہ بھی غلط ہے۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سوائے عربی کے اور کسی زبان میں الہام نہیں ہؤا۔ ایک فارسی الہام آپ کو ہؤا تھا۔ جس کے معنے آپ نے سلمان فارسی صحابی سے پوچھے تھے۔ اور وہ یہ تھا۔ کہ ایں مشت خاک را اگر نہ بخشم چہ کنم

اس پر رائے رتن لعل صاحب نے تھوڑا سکوت کیا۔ اور کہا۔ اچھا صاحب! ایک گواہ ہؤا۔ خون کے مقدمہ میں چار گواہ لیئے جاتے ہیں۔ مگر ہم دو پر اکتفا کرتے ہیں۔ ایک گواہ اور لاؤ۔

میں نے پھر تخت خداوندی کی طرف دیکھ کر خدا تعالےٰ سے کہا۔ کہ اب دوسرا گواہ کہاں سے پیدا کروں۔ فورًا ارشاد ہؤا۔ کہ اسی شخص کو یعنی رائے صاحب کو گواہ پیش کردو۔ میں نے معًا کہا۔ کہ لو صاحب دوسرا گواہ بھی موجود ہے۔ تو بے تابی سے جواب دیا۔ کہ ہاں! اس کو بلاؤ۔ میں نے کہا۔ کہ بلانے کی ضرورت نہیں۔ وہ یہاں ہی موجود ہے۔ اور وہ آپ ہیں۔ اس پر آریہ صاحب کی حیرانی کی کوئی حد نہ رہی۔ اور فورًا کہا۔ کہ

رتن لعل:۔ میں آپ کا گواہ کیسے ہو سکتا ہوں؟

مہدی حسین:۔ آپ میرے گواہ ہیں اور میں آپ سے ابھی گواہی لیتا ہوں۔ اور پیشگوئی کرتا ہوں۔ کہ آپ میرے فیور میں گواہی دیں گے۔

رتن لعل۔ وہ کس طرح؟

مہدی حسین:۔ آپ یہ گواہی دیں۔ کہ میں انگریزی جانتا ہوں یا نہیں۔

رتن لعل:۔ ہاں میں جانتا ہوں۔ کہ آپ انگریزی نہیں جانتے۔

مہدی حسین:۔ جب میں انگریزی نہیں جانتا۔ تو میں کوئی کتاب بمبئی، مدراس، لنڈن سے منگوا کر پڑھ نہیں سکتا۔ اور اگر میں نے کسی سے کچھ پوچھا ہو تو یہ لوگ (کرسیوں کی طرف اشارہ کرکے) موجود ہیں۔ جن سے میں پوچھ سکتا ہوں۔ ان سے دریافت کریں۔ کہ آیا میں نے کوئی لفظ انگریزی کا کبھی یا حال میں پوچھا ہے (سب انگریزی دانوں نے متفق اللفظ ہوکر کہا۔ کہ نہیں ہم سے کچھ نہیں پوچھا۔)

میں نے کہا۔ اگر نہیں پوچھا۔ تو میرے مونہہ سے اگر کوئی لفظ انگریزی کا جو کسی لغت پر مشتمل ہو نکلے تو وہ کہاں سے آیا ہوگا؟

رتن لعل:۔ وہ خدا کی طرف سے ہوگا۔

اسپر میں نے ایک تقریر کے ذریعہ سے تبلایا۔ کہ یہ لوگ انگریزی دان غلط کہتے ہیں۔ کہ میں نے کچھ اُن سے نہیں پوچھا۔ میں نے ایک انگریزی فقرہ کے معنی ان سے بارہا پوچھے ہیں۔ مگر یہ چونکہ پورے پڑھے ہوئے نہیں ہیں۔ اس لیئے یہ تبلا نہیں سکتے۔

انگریزی خوان لوگ:۔ ہاں صاحب! ہم سے کئی مرتبہ انہوں نے ایک لفظ "یو ہیٹر" "یو ہیٹر" پوچھا ہے۔ مگر یہ کوئی فقرہ نہیں ہے۔

رجن لعل:- آپ میرے سامنے بیان کریں۔ میں معنے بتادونگا۔

مہدی حسین:- ایک لفظ یوہیٹر ہے جس کے معنی مطلوب ہیں۔

رجن لعل:- اس کا پس وپیش بیان کریں۔ آپنے کس طرح یہ لفظ معلوم کیا؟

مہدی حسین:- میں نے ایک کاغذ پر موٹے قلم سے لکھا دیکھا تھا۔ کہ

"یوھیٹو انجام است"

رجن لعل:- آپ چونکہ انگریزی نہیں جانتے۔ اسلئے لفظ کو صاف نہیں بولسکتے۔ یہ لفظ یورہیٹر ہے جس کے معنے ہیں "تمہارے نفرت دلانے والیکا انجام ہے" ایک، غزنوی صاحب کی طرف اشارہ کرکے۔ بس فلاں شخص کی خیر نہیں۔ لفظ یورہیٹر میں بعض وقت بولتے ہوئے "ر" گر جاتی ہے۔ اور لکھنے میں بھی گر جاتی ہے۔

مہدی حسین:- میرا مقصد تو صرف انگریزی فقرہ بیان کرنا تھا۔ کہ وہ میرے پاس کہاں سے آیا۔

اس پر رائے رجن لعل صاحب ایگزیکٹیو انجنیئر تھوڑی دیر محوحیرت ہوکر اِدھر اُدھر گشت کرتے رہے۔ اور فیصلہ سوچتے رہے۔ آخر بعد تامل جواب دیا۔ کہ اچھا صاحب فیصلہ ہے۔ کہ

آپ سچ کہتے ہیں

میں نے کہا۔ کہ اگر میری بات سچ ہے۔ تو آپ قادیان چلکر امام الزمان کی زیارت کریں۔

رجن لعل:- نہیں صاحب! آپ ہمارے پاس ہیں ہم آپ سے کام لیں گے۔

مہدی حسین:- امام الزمان کی موجودگی میں مَیں کیا چیز ہوں اور کیا کرسکتا ہوں۔

رجن لعل: ہم آپ سے دعا کرائیں گے۔ اور جب تک نہ کریں ہم آپ کو دورہ کے ساتھ رکھیں گے

مہدی حسین:- کیا خوب! ع

اے روشنی طبع تو برمن بلا شدی

دورہ سپرد تو خونی کو کیا جاتا ہے۔ میرا کیا قصور ہے۔ کہ مجھے دورہ سپرد کیا جاتا ہے۔

رجن لعل:- نہیں ہم آپ سے دعا کرائیں گے۔ اور جب تک دعا کا آپ جواب نہ دیں گے۔ اپنے ساتھ رکھینگے اس میں کچھ ہرج نہیں۔

میں نے اُن سے کہا۔ آپ کس بارہ میں دعا چاہتے ہیں۔ تو فرمایا۔ کہ ہم پر جو آجکل افسر مہتمم انہار (بسیسن صاحب) ہیں۔ یہ ہم سے بعض ناواجب اور طاقت سے بڑھ کر کام کرواتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں۔ کہ یہ یہاں سے تبدیل ہو جاویں۔ تاہم اس تکلیف سے بچ کر اپنا کام خوش اسلوبی سے کرسکیں۔

میں نے کہا۔ کہ میں دعا نہیں کرونگا۔ کیونکہ خدا تعالےٰ نے اس کو آپ لوگوں کی اصلاح اور چست بنانے کے لئے بھیجا ہے۔ اور اس کا آب ودانہ اس علاقہ میں بکھیرا ہے۔ کیا مَیں خدا پر بھی حکمرانی کرسکتا ہوں۔ کیا مَیں اس کے بنائے ہوئے کو بگاڑنے کا مجاز ہوسکتا ہوں۔ یہ آپ امام الزمان سے چلکر عرض کریں۔ اُن کی خدا تعالےٰ ہر ایک دعا سُن لیتا ہے میں تو کوئی چیز نہیں ہوں۔ کبھی کبھار کوئی چھینٹا مجھ پر اُن کی غلامی کے طفیل آپڑتا ہے۔ ع

وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

رجن لعل:- اگر یہ نہیں ہوسکتا۔ تو آپ ہم کو اتنا ہی بتلادیں۔ کہ یہ افسر کبتک یہاں رہے گا۔ اور کتنی مدت کے لئے آیا ہے۔ تاکہ اگر یہ چند روزہ ہو۔ تو ہم اس کی سختیاں برداشت کریں۔ اگر دیر تک کے لئے ہو۔ تو پھر اس کا ریکارڈ رکھتے رہیں۔ اور وقت آنے پر چیف انجنیئر صاحب کو دکھلا سکیں۔

مہدی حسین:- میں اس کا بھی وعدہ نہیں کرتا۔ ہاں اگر خدا تعالےٰ نے مجھکو کچھ بتلادیا۔ تو پھر آپ کو اطلاع دے سکتا ہوں۔

رجن لعل:- بس اسلئے ہم آپ کو اپنے ساتھ رکھینگے کہ جب کوئی خبر آوے تو ہم کو سُنادو۔ اسپر سلسلہ گفتگو ختم ہوگیا۔ اور میں دورہ میں ساتھ رہنے لگا۔ میرے لئے کوئی کام نہ تھا۔ میں آزادی سے کھاتا پیتا سیر کرتا۔ منشی امیر اللہ صاحب جنسے گواہی دلوائی تھی۔ میرے ہم طعام وخوراک تھے۔ رائے صاحب کچھ دنوں کے لئے رخصت پر چلے گئے۔ اور میں حجرہ شاہ مقیم کے پاس ایک جگہ پر مقیم تھا۔ جہاں شیر شتر بکثرت ملتا تھا۔ میں خوب شیر شتر پیتا۔ اس کی گرمی سے مجھے پیچش ہوگئی۔ ایک رات جنگل میں قیام تھا کہ میں قضائے حاجت کے لئے کچھ فاصلہ پر گیا۔ واپسی پر ہوا میں ایک مصرعہ جاتا ہوا دیکھا۔ جو دہیں میرے کان میں آپڑا۔ اس کے یہ الفاظ ہیں جو بعد میں ایک پیشگوئی کا رنگ پکڑ گیا۔ ع

اِک گُل کھلا ہی تھا۔ کہ جو اچھا کھلے گا اور

اور اس کے تھوڑی دیر بعد یہ فقرہ بھی کان میں پڑا۔ کہ

"ایک سفید رنگ کی آمد"

میں نے اسی وقت رات کے ۳ بجے کے قریب منشی صاحب مذکور کو یہ دونو الہام سناکر کہا۔ کہ اسلام کی فتح ہوگئی ہے۔ آج مطالبہ کا جواب آگیا ہے۔ جب میں نے رائے رجن لعل صاحب کو یہ دونوں الہام سنائے۔ تو متعجب ہوکر کہا۔ کہ اس کے کیا معنی ہیں۔ میں نے کہا۔ کہ الفاظ اردو میں ہیں۔ آپ علیگ ہیں خود معنی نکال لیں۔ تو کہا سفید رنگ کے پھول کس طرح ہوتے ہیں۔ میں نے کہا۔ کہ سفید رنگ سے کسی انگریز کی آمد مراد ہے۔ وہ بولے۔ کہ آجکل تو گرمی میں انگریز نہیں آیا کرتے۔ میں نے جواب دیا۔ کہ یہی تو پیشگوئی کی صداقت کا نشان ہوگا۔

میں اپنی جائے قیام پر آگیا۔ اور پندرہ روز کے بعد ایک انگریز چیف انجنیئر دورہ پر آگیا۔ وہ مجھ سے پوچھنے لگے۔ کہ کیا یہی وہ پیشگوئی کا مصداق ہے۔

مَیں نے کہا۔ کہ یہ افسر تو اسلئے آیا ہے۔ تاکہ ایک حصّہ پیشگوئی کا آپ کو پورا ہوتا نظر آجاوے۔ اور دوسری پیشگوئی جو مصرعہ میں مذکور ہے۔ اس کا ارہاص بنجاوے اس کے بعد رائے رجن لعل صاحب میرے معتقد ہو گئے۔ اور ادب سے گفتگو کرنے لگے۔ چنانچہ ایک ضلعدار نہر منشی وہاج الدین نام جو اُن سے ملنے آیا۔ تو مجھے دکھلا کر کہا۔ کہ مسلمانوں میں ایک فرقہ ایسا ہوتا ہے۔ جو خدا سے باتیں کرتا ہے۔ یہ شخص (یعنی عاجز راقم) اُن میں سے ہے۔ منشی صاحب نے بادل ناخواستہ ہاں کہا۔ اور مجھ سے بلا ملنے کے چلے گئے۔ یہ صاحب میری موجودگی میں قادیان بھی آئے تھے۔ مگر یہاں سے بھی کورے ہی چلے گئے۔ کہ ع

کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

پیشگوئی کے معنے

مصرعہ پیشگوئی یہ بتاتا ہے۔ کہ جس شخص کے آنے سے یہ لوگ گھبرائے ہوئے ہیں۔ وہ ابھی نرم طبع ہے بہ نسبت دوسرے شخص کے جو اس منشاء اصلاح کے ماتحت آنے والا ہے۔ اور اس کا فیصلہ جناب الٰہی سے ہوچکا ہے عرصہ ایک سال کے بعد رائے رجن لعل صاحب کی تبدیلی مظفر گڑھ میں ہوگئی۔ اور اُن کی جگہ رائے پھول چند صاحب تشریف لے آئے۔ اور بغیر کسی سابقہ اطلاع کے آدھمکے۔ مجھکو کسی برقنداز نے کہا۔ کہ نیا اسسٹنٹ انجنیئر آگیا ہے جس کا نام رائے پھول چند ہے۔ مجھے بڑی مسرت ہوئی۔ کہ پیشگوئی ایسے مبرہن طریق سے پوری ہوئی ہے۔ اُن کے ہیڈ کلرک صاحب دوارکا پرشاد نے مجھ سے دریافت کیا۔ کہ کیا یہی وہ گل ہے۔ جو پیشگوئی میں بتایا گیا ہے۔ میں نے کہا۔ کہ عیاں راچہ بیاں۔ آپ کے سامنے ہے۔ اور اس کے کاموں سے خود پتہ لگ جائیگا۔ چنانچہ انہوں نے آتے ہی مجھے تو میرے افسر کا افسر مقرر کردیا۔ اور کہا۔ کہ آپ مذہبی آدمی ہیں۔ ہم آپ کی بات بہ نسبت اُن لوگوں کے زیادہ صحیح جانیں گے۔ اور عملہ کے لوگوں کو جرمانہ وغیرہ کرنیسے اور مہتمم صاحب سے بڑھ کر جرمانہ اور تنبیہہ کرنے سے ثابت کردیا۔ کہ وہ اُس افسر کی نسبت جس کی اہل عملہ شکایت کرتے تھے زیادہ سخت گیر ہے اور یہ ہر روز وہاں کی نگرانی کرتا تھا۔ اور مہتمم صاحب کئی ماہ کے بعد دورہ پر آتے تھے۔

آریہ نے نذرانہ بھیجا

رائے رجن لال صاحب نے جاتے وقت اپنے لڑکے کے ہاتھ مجھے پانچ روپے بھیجے۔ چونکہ میں وہاں پوسٹماسٹر بھی تھا۔ اور ڈاکخانہ میرے پاس تھا۔ میں نے اُن کے لڑکے سے کہا۔ کہ فارم منی آرڈر بھی لاؤ۔ اُس نے کہا۔ کہ فارم منی آرڈر کوئی نہیں۔ یہ آپ کے لئے بھیجے ہیں۔

باقی آئیندہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"دورِ خسروی"

(از قلم جناب عبد الحکیم صاحب شموی)

حسنِ عُریاں ہے ازل سے کبھی مستور نہیں　　کوہِ فاراں تو منور ہے اگر طور نہیں

لن ترانی سے ملا تھا وہاں موسیٰ کو جواب　　قابَ قوسین سے ظاہر ہے محب دُور نہیں

مکتبِ ہوش وخرد میکدۂ یثرب ہے　　صاحبِ ہوش سبھی ہیں کوئی مخمور نہیں

تری آواز سے جی اُٹھتے ہیں مردے لاکھوں　　تیرا کوچہ ہے وہ محشر کہ جہاں صُور نہیں

طالبوں کیلئے جنت ہے اِسی دنیا میں　　کشمکش ہائے مواعید کا دستور نہیں

حضرت احمدِ مرسل کا ہے دربار کھُلا　　منزلِ آسان ہے سالک کیلئے دور نہیں

کر کے ہمّت بڑھو اے آبِ بقا کے پیاسو　　بزمِ اسلام میں انکار کا دستور نہیں

کیا ہی خوش بخت ہیں اس عہد کے پانیوالے　　جلوہ گر حسن ہے وہ جس سا کوئی نور نہیں

طاعتِ احمد و محمود کا یہ ثمرہ ہے　　سب غلامی میں ہیں شاداں کوئی رنجور نہیں

طلبِ صدق ہے جنکو وہ چلے آتے ہیں　　فاصلہ کوچۂ جاناں کا تو کچھ دُور نہیں

وصلِ جاناں ہے میری منزلِ مقصود حکیم
شوقِ جنت نہیں مجھکو ہوسِ حور نہیں

الحکم کا انتظام اور دوستوں کا حسن سلوک

جیساکہ قارئین الحکم کو معلوم ہے۔ کہ الحکم کے مدیر مسئول برادرم معظم جناب شیخ محمود احمد صاحب عرفانی بغرض علاج سکندر آباد دکن حضرت قبلہ والد صاحب کے پاس شروع اگست میں تشریف لے گئے تھے۔ اُن کی غیر حاضری میں عارضی طور پر الحکم کی اشاعت کا کام میرے سپرد تھا جس کے لئے بعض اہل قلم نے قلمی مدد کرنے کا وعدہ فرمایا تھا۔ مجھے سخت افسوس ہے۔ کہ اُن میں سے ایک نے بھی میری مدد نہ کی۔ الحکم کے مستقل عنوان جو ہیں۔ اُن کے لئے مدد کا حاصل کرنا بہت مشکل امر ہے خصوصاً سیرت المہدی کا ایک ورق" مجھ سے جو ہو سکا میں نے الحکم میں پیش کیا۔ لیکن خدا کے فضل سے وہ مضامین انشاء اللہ بہتوں کی ہدایت کا موجب ہونگے مالی مدد کا سوال تو سلسلہ کے دوسرے اخبارات کے لئے ایک معمولی بات ہے۔ احباب جانتے ہیں۔ کہ جیسا ہوگا الحکم اُن کے پاس آ ہی جائیگا۔ پھر بقایا صاف کرنے کی زحمت کون گوارا کرے۔ پچھلے ہفتہ سے اخبار کو مالی تنگی کی وجہ سے ایسی روک پیدا ہوئی۔ کہ پرچے اکٹھے کرنے پر مجبور ہوا۔ الحکم کے نادہند حضرات ایسے ہیں۔ جو ہماری مشکلات کو حل نہیں کرنا چاہتے۔ اور ہم سوائے صبر کے اور کیا کر سکتے ہیں۔ اس دوران میں حضرت الحاج جناب نیّر صاحب اور میر مہدی حسین صاحب قابل شکریہ ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر حضرت قبلہ بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی ہیں۔ جو مضامین کے لئے اپنے وقت خاص کو الحکم کے لئے صرف کرتے رہے۔ اللہ تعالےٰ ان کو جزائے خیر دے۔ برادرم مکرم غالباً ۲۵ ستمبر کو قادیان پہنچ جائیں گے۔ اور آئندہ "الحکم" کو ٹھیک وقت پر ناظرین تک پہنچانے کی سعی کریں گے۔ میں تمام خریداران الحکم سے معذرت چاہتا ہوں۔ کہ ان کو پرچے صحیح

سِلکِ مروارید

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کہ کیا میں تمہیں تبلا دوں۔ کون تم میں سے بہتر اور کون بدتر شخص ہے؟ اور یہ تین بار فرمایا۔ لوگوں نے کہا۔ یارسول اللہ فرمایئے۔ فرمایا:۔ تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جس سے نیکی کی توقع ہو۔ اور بدی کی نسبت اطمینان ہو۔ کہ وہ نہیں کرے گا۔ اور بدتر وہ شخص ہے جس سے نہ نیکی کی توقع ہو۔ اور نہ بدی نہ کرنے کی نسبت اطمینان ہو۔

دو خصلتیں ہیں جس شخص میں یہ دونوں ہوں۔ اُسے اللہ تعالےٰ شاکروں میں اور صابروں میں لکھے گا۔ اور جس میں یہ دونوں نہ ہوں۔ اُسے اللہ تعالےٰ نہ شاکروں میں اور نہ صابروں میں لکھے گا۔ جو شخص اپنے دین کا اس سے مقابلہ کرے جو اس سے فائق ہے۔ تو چاہیئے۔ کہ اس کی پیروی کرے۔ جو دنیاوی آسائشوں میں اس شخص سے مقابلہ کرے جو اس سے کم تر ہے۔ تو چاہیئے۔ کہ اس فضیلت کا جو اللہ نے اُسے اس پر دی ہے۔ شکریہ کرے

شکر نعمت ہائے حق لیکن مدام
تا کند حق بر تو نعمت ہا تمام

خدا کی نعمتوں کا ہمیشہ شکر کر۔ کہ خدا تجھ پر اپنی نعمتیں پوری کرے۔

ایک صحابی روایت کرتے ہیں۔ کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! نجات کیا ہے؟ (یعنی کس طرح حاصل ہو سکتی ہے) آپ نے فرمایا۔ اپنی زبان کو بند رکھو (یعنی بے ہودہ نہ بکو) اپنے گناہوں پر روؤ۔ (یعنی پھر اُن کا مرتکب نہ ہو) اپنے گھر میں قیام رکھو (یعنی آوارہ نہ پھرو) جو خاموشی کو اپنا پیشہ بنا لیتا ہے۔ وہ بے خوف ہو جاتا ہے۔ اور اُسے کوئی اندیشہ نہیں رہتا۔

کیا میں تمہیں نہ بتاؤں۔ وہ شخص جو آگ پر حرام ہے اور جس پر آگ حرام ہے۔ وہ شخص وہ ہے۔ جو لوگوں کے نزدیک ہوتا ہے۔ (ان سے پرے پرے نہیں رہتا) اور نرم مزاج ہے۔

ایماندار شخص بھولا بزرگ ہوتا ہے۔ اور گنہگار ہوشیار بخیل۔

(دورِ جدید)

صحیح وقت پر نہیں مل سکے۔ مگر ان میں جو مضامین ہیں وہ میری اس کمزوری کی انشاء اللہ تعالیٰ تلافی کر دینگے۔ کیونکہ پیارے نبی کے وہ نایاب گوہر آپ تک پہنچائے گئے ہیں۔ جو نہایت بیش قیمت اور نایاب ہیں۔

طالب دعا:۔ محمد ابراہیم عرفانی